محمد اسحاق بھٹی

فتاویٰ ابراہیم شاہی

حصّہ فارسی

مصنف : احمد بن حمید الملقب بنظام

انتساب . بطرف سلطان ابراہیم شاہ شرقی -

اوراق : ۱۵۸ سائز : ۷½″ × ۱۳½″

نمبر : P ci II ۱۲، ۸۹۹

سطور فی صفحہ : ۲۷

مکتوبہ : وقتِ چاشت - روز دوشنبہ - ۱۲۶۹ھ

نام کاتب : درج نہیں - خط : نسخ نستعلیق

فتاویٰ ابراہیم شاہی کا یہ مخطوطہ، جو اس وقت ہمارے پیشِ نگاہ ہے، پنجاب یونیورسٹی کا مملوکہ ہے - یہ مخطوطہ فارسی زبان میں ہے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں "فتاویٰ ابراہیم شاہی" نام کے دو مخطوطے ہیں - ایک فارسی زبان میں ہے اور ایک عربی زبان میں! ہم نے دونوں کا تقابل کیا تو معلوم ہوا کہ اگرچہ مصنف نے واضح الفاظ میں کتاب کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا لیکن یہ درحقیقت ایک ہی کتاب کے دو حصّے ہیں - حصّہ اوّل فارسی میں ہے اور عبادات پر مشتمل ہے - اس کی الگ فہرست مضامین نہیں دی گئی جس سے اوّل نظر ہی میں یہ اندازہ ہو سکے کہ کتاب کس عنوان سے شروع ہو کر کس عنوان پر اختتام پذیر ہوتی ہے اور کتنے ابواب و فصول پر مشتمل اور کن کن مسائل و مشتملات کو محیط ہے - فہرستِ مضامین متنِ کتاب کے ساتھ ساتھ چلتی ہے جو کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب صلوٰۃ الجمعۃ، کتاب صلوٰۃ العیدین، کتاب صلوٰۃ الکسوف کتاب صلوٰۃ الخسوف، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب صلوٰۃ المریض، کتاب الصوم، کتاب الزکوٰۃ اور کتاب الحج کو محتوی ہے - اس کی کتابت نہایت عمدہ ہے، مگر تمام صفحات

کرم خوردہ ہیں جس کی وجہ سے متعدد مقامات سے الفاظ کا سمجھنا اور پڑھنا ناممکن ہوگیا ہے۔ جلد پشاوری ہے جو اگرچہ اکھڑی ہوئی ہے مگر اس فن کا عمدہ نمونہ ہے اور اس کے دونوں طرف چاروں کونوں پہ نہایت خوبصورتی سے "عمل بہاالدین پشاوری" مرقوم ہے۔ کتاب کا حصہ جو فارسی زبان میں ہے بڑا مفصل ہے (اور یہی حال عربی حصے کا ہے) اس میں ان آیاتِ قرآنی و ادعیہ ماثورہ کے معانی و مطالب بھی خاصی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ عنوان اور کتب حوالہ کے نام سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں بطور حوالہ کے متعدد کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں فتاویٰ قراخانی بھی شامل ہے۔ فارسی حصے کا آغاز اس مقدمے سے ہوتا ہے ۔

یا فتاح - رب یسر و تمم بالخیر - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حمد بے حد و ثنائے بے عدکہ از قیاس انفاس افزونست و از مساس اقتباس بیرون بر خداوند کریم کہ اعلام علم بر سر علماء دین افراشتہ - او دو قسم فقہ بر فرقِ مسلماناں نہادہ ، او دواج ہدایت در زمرہ موماں دادہ ، او صلواتِ نامیہ و تحیاتِ زاکیہ بر سید المرسلین و خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد فرمودہ ، و اذا اراد اللہ بعبد خیراً یفقہ فی الدین بازنمودہ و تسلیمات کثیرہ و تکریمات وفیرہ بر خلفاء الراشدین و ائمہ مجتہدین و سائر صحابہ کرام و علماء عظام کہ ہر یک اسامی منوع الاثار و مقتدی مرفوع الاقتدار - اما بعد میگوید بندۂ امیدوار رحمت پروردگار احمد بن محمد حمید الملقب بنظام اصلح اللہ شانہٗ و صانہ عما شانہ بر حکم دیندار خسرو شرع شعار محی آثار شریعت ، ماحی رسوم بدعت ، قالع قلاع الکفرۃ ، ضابط تاثر صحائف العدل والاحسان ، ناسخ ایات الکفر والعصیان ، الاعظم المعظم المویید بتائید الرحمٰن ، شمس الدنیا والدین ابو المظفر ابراھیم شاہ السلطان ، خلد اللہ سلطنتہ ابدًا و مملکتہ ، داعی درگاہ جہاں شاہ مخصوص - بادشاہست ، برائے اتحاف آنجناب کہ قبلہ اقبال و کعبہ مآل است ، کتابی در بیان مسائل فقہ از کتب مشہورہ و معتبرہ و تصانیف مختصر بعبارت پارسی جمع کردہ بروایات واضحہ و درد آیات لائحہ موکد و مرتب گردانید ، علیہا و سدد - و آن را فقہ ابراہیم شاہی نام کرد ، رضاء واثق و اہل راسخ کتاب شریف و مجموع لطیف وصول حضرت علیا درآید

ومحل قبول افتد، واسئال الله ان - یجعل الکتب ویدی حسن الصواب - والله اعلم بالصواب -

مقدمہ کتاب کے جو الفاظ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھے نہیں جا سکے وہاں خلا رہنے دیا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کچھ الفاظ خود کتاب کا کاتب بھی نہیں پڑھ سکا، اس نے بھی خلا چھوڑ دیے ہیں -

فتاوی کے نسخے

فتاوی ابراہیم شاہی کے مختلف نسخوں کے متعلق جو معلومات حاصل ہو سکے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- اس کے دو نسخے رامپور لائبریری میں ہیں - ایک نسخہ کتاب الطہارۃ سے کتاب الفرائض تک ہے اور ۹۹۰ صفحات پر مشتمل ہے - اس کا نمبر ۳۵۱ ہے - دوسرے نسخہ کا جو ناقص الطرفین ہے اور ۴۸۰ صفحات کو محیط ہے، ۳۵۲ نمبر ہے [۱]

۲- اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں ہے - اس نسخے کا نمبر ۱۱۷ ہے اور ۱۰۰۴ھ کا مکتوبہ ہے - صفحات ۳۱۹ اور سطور فی صفحہ ۲۱ ہیں - [۲]

کتب خانہ آصفیہ کی فہرست کتب کے مرتب نے لکھا ہے کہ اس کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں نہیں کیا، غالباً بلاد روم و عرب میں یہ کتاب نہیں پہنچی " حاجی خلیفہ در کشف الظنون ذکر آں ننمودہ، غالباً کتاب مذکور در بلاد روم و عرب نرسیدہ " [۳]

معلوم نہیں، مرتب فہرست نے یہ الفاظ کس بنا پر لکھ دیے، حالانکہ جیسا کہ آئندہ سطور میں واضح کیا جا رہا ہے، اس کا ذکر کشف الظنون میں موجود ہے -

۳- فتاوی ابراہیم شاہی کا تذکرہ حاجی خلیفہ نے بھی کشف الظنون میں کیا ہے - حاجی خلیفہ نے لکھا ہے: " ابراهیم شاهیہ فی فتاوی الحنفیۃ " شهاب الدین [۴] احمد بن محمد الملقب

---

[۱] فہرست کتب عربی - کتب خانہ ریاست رامپور ص ۲۲۰، ۲۲۱ (مطبع احمدی ریاست رامپور - مئی ۱۹۰۲ء)

[۲] فہرست مشروح بعض کتب نفیسہ قلمیہ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی (حصہ دوم) ص ۱۳۹ - (مطبوعہ ۱۳۵۷ھ)

[۳] ایضاً - [۴] مصنف نے مقدمہ کتاب میں اپنے نام کے ساتھ " شہاب الدین " کا لفظ نہیں لکھا - صرف " احمد بن محمد حمید الملقب بنظام " لکھا ہے -

بنظام الکیکانی الحنفی کی تصنیف ہے اور قاضیخان کی طرح مبسوط و مفصل کتاب ہے۔ کتاب کبیر (من افخر الکتب) مصنف نے ایک سو ساٹھ کتابوں کی مدد سے سلطان ابراہیم شاہ کے لیے اس کی جمع و تدوین کی اور اس کا آغاز "الحمد للہ الذی رفع منار العلم و اعلیٰ مقدارہ[1]" کے الفاظ سے کیا گیا ہے[2]

کشف الظنون کی دوسری جلد میں بھی اس کا ذکر موجود ہے[3]

فتاویٰ کی علمی اہمیت

اصحابِ علم نے فتاویٰ ابراہیم شاہی کا بڑے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور مختلف فہارس کتب کے مرتبین اور عام مورخین نے اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں بہتر رائے ظاہر کی ہے، لیکن فتاویٰ عالمگیری کے مقدمہ میں نہ صرف یہ کہ اس کو کوئی خاص علمی اہمیت نہیں دی گئی بلکہ اس کو ناقابلِ اعتنا گردانا گیا ہے اور لکھا ہے -

منجملہ کتب غیر معتبرہ کے فتاویٰ ابراہیم شاہی ہے اور شیخ عبدالقادر بدایونی نے اپنے استاد علامہ شیخ حاتم سنبھلی سے نقل کیا ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی شہاب الدین دولت آبادی[4] کا جمع کیا ہوا مشہور مگر قابلِ اعتبار نہیں[5]

مصنف

اس فتاویٰ کے مصنف قاضی احمد بن محمد جونپوری، سلطان ابراہیم شرقی والیٔ جونپور

---

[1] ہمارے سامنے کتاب کے دونوں حصے ہیں۔ فارسی (پہلا حصہ بھی) اور عربی (دوسرا حصہ بھی) دونوں کے آغاز میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

[2] کشف الظنون جلد اوّل، کالم ۳۔ [3] ملاحظہ ہو کالم ۱۲۸۳۔

[4] یہ فتاویٰ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا نہیں بلکہ قاضی نظام الدین جون پوری کا ہے جنھیں احمد بن محمد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصر ہیں۔

[5] مقدمہ فتاویٰ عالمگیری - (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۷، ۳۸ - (مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۳۲ء)

کے دَور کے علما میں سے ہیں۔ یہ جونپور کے قاضی تھے اور اپنے علم وفضل کی وجہ سے ہر طبقے میں عزت احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مولانا عبد الحی حسنی لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں ان کا شمار کبار فقہائے حنفیہ میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

الشیخ العالم الکبیر العلامۃ احمد بن محمد الحنفی الکیلانی القاضی نظام الدین الجونپوری، کان من کبار الفقہاء الحنفیۃ، قدم احد اسلافہ من العرب وسکن بگجرات وولد بہا القاضی نظام الدین ونشأ وقرأ العلم علی اساتذۃ عصرہ فبرز فی الفقہ والاصول وصار من اکابر العلماء ثم قدم جونپور، فولاہ ابراہیم الشرقی صاحب جونپور القضاء وخصہ بانظار العنایۃ والقبول،

لہ مصنفات عدیدۃ اشہرہا الفتاویٰ ابراہیم شاہیہ فی فتاوی الحنفیۃ۔

قال الفاضل الچلپی فی کشف الظنون ہو کتاب کبیر من افخم الکتب کقاضیخان جمعہ من مأتۃ وستین کتابًا للسلطان ابراہیم شاہ اولہ، الحمد للہ الذی رفع منار العلم واعلیٰ مقدارہ۔ (انتہی)

مات سنۃ اربع وسبعین وقیل خمس وسبعین وثمانمائۃ وقبرہ فی (چاچك پور) من اعمال جونپور[1] کما فی (تجلی نور)

"یعنی شیخ عالم اجل علامہ احمد بن محمد حنفی گیلانی قاضی نظام الدین جونپوری، کبار فقہائے حنفیہ میں سے تھے۔ ان کے اسلاف میں سے ایک بزرگ عرب سے آکر گجرات میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ وہیں قاضی نظام الدین پیدا ہوئے اور پلے بڑھے، اور اپنے زمانے کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے فقہ اور اصول میں بڑا نام پیدا کیا اور اکابر علما سے گردانے گئے۔ پھر جونپور تشریف لے گئے، وہاں سلطان ابراہیم شرقی والیٔ جونپور نے عہدۂ قضا پر متمکن کر دیا۔ اور اپنی عنایت وقبولیت کے لیے خاص کر لیا۔

---

[1] نزہۃ الخواطر۔ جلد ثالث۔ ص ۲۱، ۲۲

ان کی متعدد تصانیف ہیں جن میں الفتاوی ابراھیم شاھیہ فی فتاویٰ الحنفیۃ خاص شہرت کا حامل ہے۔

فاضل چلپی کشف الظنون میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک عظیم اور مبسوط کتاب ہے اور فتاویٰ قاضی خاں کی طرح قابلِ فخر کتابوں میں سے ہے جو مصنف نے ایک سو ساٹھ کتابوں کی مدد سے سلطان ابراہیم شاہ کے لیے مرتب کی۔ اس کا آغاز۔ الحمد للہ الذی رفع منار العلم و اعلیٰ مقدارہ[1] الخ کے الفاظ سے ہوتا ہے۔

انھوں نے ۸۷۴ھ میں اور ایک روایت کے مطابق ۸۷۵ھ میں وفات پائی۔ قبر چاچک پور میں ہے جو مضافاتِ جونپور میں واقع ہے۔"

"تاریخ شیرازِ ہند جونپور" میں بھی قاضی نظام الدین کے حالات مرقوم ہیں، ان کے علم و فضل کی وسعت پذیریوں کے بارے میں لکھا ہے:

"کہتے ہیں کہ قاضی نظام الدین علوم دینیات میں اس قدر بلند پایہ تھے کہ ملک العلما قاضی شہاب الدین استفتا پر اس وقت تک مہر نہ کرتے تھے، جب تک حضرت قاضی نظام الدین دستخط نہ کر دیتے تھے۔ دیگر علما کے دستخط کا اعتبار نہ فرماتے تھے۔"

اس سے چند سطریں آگے لکھا ہے:

"وفات آپ کی ۸۷۵ھ میں ہوئی۔ مزار محلہ چاچک پور شہر جونپور میں ہے اور قریب جامع مسجد جونپور جس جگہ قاضی خانہ ہے، مکان سکونتی تعمیر کیا اور وہ محلہ قاضی نظام مشہور ہے۔"[2]

سلطان ابراہیم شرقی

مناسب ہوگا کہ مختصر الفاظ میں یہاں سلطان ابراہیم شرقی کا ذکر بھی کر دیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ جس شخصیت کی طرف اس فتاویٰ کا انتساب کیا گیا ہے وہ کس مرتبہ و مقام اور عز و شرف کی حامل ہے۔ اس ضمن میں مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنوی فرماتے ہیں:

---

[1] اس کتاب کا آغاز کن الفاظ سے ہوتا ہے، اس سلسلے میں آئندہ اوراق میں گفتگو کی جائے گی۔

[2] "تاریخ شیراز ہند جونپور" (ص ۶۰۹) مصنفہ سید اقبال احمد (مطبوعہ ۱۹۶۳ء) ناشر شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس جونپور۔

السلطان العادل الكريم ابراهيم بن خواجه جهان الجونپوری، سلطان الشرق۔ قام بالملك بعد صنوه مبارك شاه سنة اربع وثمانمائة فافتتح امرها بالعدل والاحسان وولی الناس واحسن السيرة فيهم وساس امورهم سياسة حسنة لما جمع الله سبحانه فيه من الدين والعقل والمروة، وخلائل الخير فيه بغاية من الكمال، فصار المرجع و المقصد واجتمع لديه خلق كثير من ارباب الفضل و الكمال كالقاضی شهاب الدين الدولت آبادی والقاضی نظام الدين الگيلانی والشيخ ابی الفتح بن عبد الحی بن عبد المقتدر الشريحی الكندی و امثالهم۔

وكان حسن الاخلاق، عظيم الهمة، كريم السجية، شريف النفس، مطلعا علی ما تمس اليه الحاجة من امور الدنيا والدين۔

ومن اخباره ان القاضی شهاب الدين المذكور ابتلی بمرض وطال مرضه، فاتاه السلطان يعوده وطلب الماء ثم طوفه علی رأس القاضی سبع مرات وقال۔

"اللهم ان قدرت له الموت فاصرفه عنه الی"

ومن مآثره المدارس والجامع بمدينة جونپور۔

توفی سنة اربعين وقيل اربع و اربعين وثمانمائة۔ وكان موته داهية عظيمة علی اهل بلاده، رحمه الله، كما فی تاريخ فرشته۔[1]

"یعنی انصاف پرور اور کریم النفس سلطان ابراہیم بن خواجہ جہان جونپوری، سلطان الشرق نے اپنے بھائی مبارک شاہ کے بعد، ۸۰۴ھ میں ملک کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات میں دین و دیانت، عقل و مروّت اور عوام میں خیر و برکت پھیلانے کی جو بدرجۂ کمال صلاحیتیں جمع کردی تھیں، اس کی وجہ سے اس نے کاروبارِ سلطنت عدل و احسان کے ساتھ شروع کیا، لوگوں کی بہتر طور سے سرپرستی کرنے اور انھیں حسنِ سیرت کے جذبات سے آراستہ کرنے کے لیے تمام کوششیں وقف کردیں۔ اور ان کے عام نظم و نسق اور پیش آمدہ امور کی خوب دیکھ بھال کی۔ اسی بنا پر اسے مرجع عوام اور لوگوں کا مقصد و ماویٰ گردانا گیا۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی، قاضی نظام الدین

---

[1] نزہۃ الخواطر جلد ثالث، ص ۱۰۲

گیلانی، شیخ ابوالفتح بن عبدالحی بن عبدالمقتدر شریحی الکندی اور ان جیسے بے شمار ارباب فضل و کمال اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

وہ حسنِ اخلاق کا نمونہ، بلند ہمت، فیاض طبیعت اور شریف النفس تھا اور دینی و دنیوی سلسلے میں اسے جو مسائل پیش آتے، ان سے پوری طرح باخبر تھا۔

سلطان ابراہیم شرقی کے حسنِ اخلاق اور تکریم علما کا اندازہ اس سے کیجیے کہ قاضی شہاب الدین ایک مرتبہ کسی مرض میں مبتلا ہو گئے اور مرض طول پکڑ گیا تو یہ ان کی عیادت کے لیے آیا اور پانی منگوایا۔ پھر اس کو سات مرتبہ ان کے سر پر گھمایا اور کہا۔ "اے اللہ! اگر تو نے اس شخص کے لیے موت مقدر کر دی ہے تو اس سے ہٹا کر اس کا رخ میری طرف موڑ دے۔"

جونپور شہر میں اس نے جو امورِ خیر انجام دے، ان میں دینی مدارس اور جامع مسجد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

سلطان نے ۸۴۰ھ میں ایک روایت کے مطابق ۸۴۴ھ میں وفات پائی۔ تاریخِ فرشتہ کے بیان کے مطابق اس کی موت، اس کے باشندگانِ مملکت کے لیے ایک عظیم سانحہ کی حیثیت رکھتی تھی۔"

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ فتاویٰ ابراہیم شاہی کا حصہ فارسی (جو درحقیقت حصہ اوّل ہے) عبادات پر مشتمل ہے اور اس حصے میں تقریباً وہی مسائل بیان کیے گئے ہیں جو دیگر کتب فقہ میں درج ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم اختصار کے ساتھ اس کے مندرجات میں سے چند باتیں بیان کرتے ہیں۔

سواری پر حج کو جانا افضل ہے

مصنفِ فتاویٰ نے جس اسلوب سے مختلف مسائل کو ہدفِ بحث بنایا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ انسانی نفسیات کو خوب سمجھتے اور حالات کی رعایت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں اور انسان کو عبادات کے باب میں مشقت میں ڈالنے سے احتراز کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ وہ دیارِ حرم میں پیدل جانے کی نسبت سواری پر جانے کو افضل گردانتے ہیں اور سراجیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

و فی السراجیۃ در حج سوار رفتن افضل است و علیہ الفتویٰ [1]

"یعنی سراجیہ میں ہے کہ حج کے لیے سواری پر جانا افضل ہے اور یہی مفتی بہ ہے"

حج ثانی کے بجائے صدقہ

اسی طرح مصنف شہیر نے اس مسئلے کو بھی لائق التفات قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ حج کر چکا ہو اور دوسری بار جانے کا متمنی ہو تو کیا کرے۔ اس کے لیے حج ثانی بہتر ہے یا اتنا مال جو حج پر خرچ ہوگا، غربا و مستحقین پر صدقہ کر دینا افضل ہے۔؟ فتاویٰ سراجیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں :۔

"اگر مردے یکبار حج بجا آوردہ، بعدہ بخواہد کہ باز در حج رود، تصدق بدیں مال یعنی مال کہ در راہِ حج خرچ خواہد کرد، افضل بود از حج"[۱]

یعنی اگر کوئی شخص ایک مرتبہ فرضِ حج سے سبکدوش ہو چکا ہو اور دوسری مرتبہ جانے کا خواہاں ہو تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ جو روپے وہ حج پہ خرچ کرنا چاہتا ہے، وہ (مستحق لوگوں پر) خرچ کر دے۔ یہ حج سے زیادہ باعثِ افضلیت ہے۔

تعظیم استاد

"فصل فی تعظیم الاستاذ وفضل العلماء" میں استاد کی عظمت اور علمائے دین کی فضیلت کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ استاذ کا درجہ سب سے بلند ہے اور اس کا احترام بہر صورت ضروری ہے۔ چنانچہ بستان الفقہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں :

"تعظیم استاذ بر شاگرد واجب است و از تعظیم وی برکت شود در علم، و ہر کہ تعظیم استاذ نکند خدائے عزوجل از شوم آں، برکتِ علم رفع کند"[۲]

ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ شاگرد پر استاذ کی تعظیم کرنا واجب ہے، اس کی تعظیم سے علم میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص استاد کی عظمت و احترام کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کو علم کی برکت سے محروم کر دیتا ہے۔

والدین اور استاذ

ساتھ ہی استاذ اور ماں باپ کے حقوق کا تقابل کرتے ہوئے فتاویٰ سراجیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

---

[۱] ورق ۱۱۷ ب

[۲] ورق ۱۳۶ ب

"وفی السراجیۃ حقِ معلم مقدم است بر حق مادر و پدر و بر جمیع مسلمانان" [1]

یعنی معلم کا حق ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حقوق سے مقدم ہے۔

اس سے اگلی سطر میں فتاویٰ سراجیہ کے حوالے ہی سے فرماتے ہیں:

"اگر استاذ کارے فرمود و مادر و پدر نیز کارے فرمودند کارِ استاذ مقدم دارد، زیرا کہ بہترین پدر آنست" [2]

یعنی اگر ایک کام کا استاذ حکم دے اور ایک کا ماں باپ حکم دیں تو استاذ کے حکم کی تعمیل کو مقدم سمجھے، اس لیے کہ بہترین باپ وہی ہے۔

سلطانِ ظالم کو عادل کہنے والا

مصنف نے سلطانِ عادل اور سلطانِ ظالم کا تذکرہ بھی کیا ہے اور اس ضمن میں ان کا لب ولہجہ قدرے سخت ہو گیا ہے۔ ان کا اصل نقطۂ نظر تو یہ ہے کہ ظالم سلطان کی کسی صورت میں حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ اس کی حوصلہ افزائی اس کو ظلم پر آمادہ کرنے کے مترادف ہے۔ ظالم حکمران کو عادل کے لفظ سے یاد کرنا کفر ہے۔ لکھتے ہیں:

"وفی السراجیۃ اگر کسے سلطانِ ظالم را عادل گوید، خواجہ منصور ماتریدیؒ گفتہ است کہ کافر گردد" [3]

یعنی سراجیہ میں منقول ہے، کوئی شخص ظالم سلطان پر لفظِ عادل کا اطلاق کرے گا تو خواجہ منصور ماتریدی کا فرمان ہے کہ وہ شخص کافر ہو جائے گا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مصنفِ کتاب لوگوں میں جرأتِ حق گوئی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور ان میں یہ شعور بیدار کرنے کے خواہاں ہیں کہ ظالم حکمران سے ہرگز قرب و تعلق نہ رکھا جائے بلکہ اس سے نفرت و حقارت کا برتاؤ کیا جائے۔

مصنف نے اس کے ساتھ ہی بعض دیگر ائمہ کرام کے نقطۂ نظر کا اظہار بھی کیا ہے اور وہ

---

[1] ورق ١٣٦ ب
[2] ایضاً
[3] ورق ١٢٨ ب

یہ کہ ظالم حکمران کو عادل قرار دینے والا کفر کی سرحد تک نہیں پہنچتا۔

فتاویٰ ابراہیم شاہی کا حصۂ فارسی اسی انداز سے چلتا ہے اور اس کے مختلف مقامات پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نمازِ کسوف، نمازِ خسوف، نمازِ جمعہ، نمازِ خوف وغیرہ کے مسائل بیان کیے گئے ہیں اور اس سلسلے میں قرآن و حدیث کے علاوہ فقہِ احناف کی متعدد کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں۔

۱۴۵ ب

الفہرست

(از محمد بن اسحٰق ابنِ ندیم وراق — اردو ترجمہ: جناب محمد اسحاق بھٹی)

یہ کتاب چوتھی صدی ہجری تک کے علوم و فنون، سیر و رجال اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید، نزولِ قرآن، جمع قرآن اور قراءِ قرآن، فصاحت و بلاغت، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتبِ فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارسِ فکر، علم نحو، منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، سحر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علما و ماہرین اور اس سلسلہ کی تصنیفات کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں واضح کیا گیا ہے کہ یہ علوم کب اور کیونکر عالمِ وجود میں آئے۔ پھر ہندوستان اور چین وغیرہ میں اُس وقت جو مذاہب رائج تھے اُن کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج اور بولی جاتی تھیں اور ان کی تحریر و کتابت کے کیا اسلوب تھے۔ ان کی ابتدا کس طرح ہوئی اور وہ ترقی و ارتقا کی کن منازل سے گزریں۔ ان زبانوں کی کتابت کے نمونے بھی دیے گئے ہیں۔

ترجمہ اصل عربی کتاب کے کئی مطبوعہ نسخے سامنے رکھ کر کیا گیا ہے اور جگہ جگہ ضروری حواشی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔

صفحات : ۹۱۴   قیمت : ۲۲/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور